قراء سبعة اور سبعة احرف

علامہ سید علی نقی

تدوین، قرات اور عدم تحریف قرآن کے حوالے سے یہ موضوع انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ ہم نے علامہ نقی مرحوم کے آثار میں سے اس موضوع پر یہ مختصر مطالب آغاز گفتگو کے لئے اقتباس کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ اہل علم سے اس موضوع پر تحقیقی مقالات سپرد قلم کرنے کی گزارش ہے۔ اس کے لئے المیزان کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

قرآن مجید جب سے یکجا کی گئی اور اس کے الفاظ کی صورت وہیئت میں کسی قسم کی تبدیلی روا نہ سمجھی گئی جس کی بناء پر اس کو وہ تواتر کا درجہ حاصل ہوا جو دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

یہاں تک کہ بعض املا کی غلطیاں جو پہلے کاتب سے اتفاقاً ہو گئی تھیں جیسے لا اذابحنه کا درمیانی الف اور اسی طرح لا اوضعوا کا بیچ کا الف، وہ اب تک قائم رکھی گئیں اور قرآن کی کتابت میں اس سے کافی تقویت پہنچتی ہے۔

یورپ میں اس وقت بعض قلمی کتابوں کا فوٹو اتار کر شائع کر دیا جاتا ہے یا اگر اس کو نقل کرتے ہیں تو یہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ جو لفظ جس طرح لکھی ہے اس کو اسی صورت سے نقل کیا جائے اس میں اگر کہیں کتابت اور املاء کی غلطی بھی ہوتی ہے تو اس کو باقی رکھتے اور حاشیہ پر یا فٹ نوٹ میں لکھ دیتے ہیں کہ یہ لفظ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ بظاہر اس میں یہ غلطی ہے اور صحیح یوں ہے۔ اس طرح حفاظت اور اہتمام پر روشنی پڑتی ہے جس سے کتاب کے اعتبار کو قوت حاصل ہوجاتی ہے لیکن جس طرح موجودہ زمانہ میں قاری ہوتے ہیں، جن میں سے بعض قرآن مجید کے پڑھنے میں طریقہ تلفظ اور ادائے حروف کے سلسلہ میں ایسی فنکاریاں کرتے ہیں کہ لفظ کی آواز میں کچھ کا کچھ انقلاب آجاتا ہے، اسی طرح صدر اسلام میں بھی قاریان قرآن بہت سے تھے اور ہر ایک کا طریقہ قرات ادائے حروف میں مختلف تھا، اس سے بہت سی قرائتیں پیدا ہوگئیں اور ہر قاری کے جو شاگرد تھے وہ استاد کی پیروی میں اسی طریقہ خاص کے پابند ہوگئے۔

ان قاریوں کی قراتیں نہ رسول ﷺ سے لی گئی تھیں اور نہ ائمہ معصومین میں سے کسی سے اخذ کی گئی تھیں اس لیے انھیں دینی حیثیت سے کوئی سند حاصل نہ تھی پھر ان کی تعداد بھی محدود نہ تھی بلکہ یہ کثیر التعداد اشخاص ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہتے تھے جو اپنے اپنے ذوق طبعی کے لحاظ سے ادائے الفاظ میں جدتیں کرتے تھے اور اسے مستقل قرات کا درجہ دیتے تھے' لیکن بالکل اسی طرح جیسے فقہاء کی کثیر التعداد جماعت میں جب بادشاہ کی نظر توجہ اور عام خلقت کے میلان طبع نے چار آدمیوں کو خاص طور سے پسند کرلیا تو اہلسنّت میں وہ چار بزرگ اس طرح مستند قرار پاگئے کہ ان کے بعد اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کرویا گیا۔ اسی طرح ان تمام قاریان قرآن میں سے سات آدمیوں کو منتخب کرکے انھیں "قراء سبعہ" کے نام سے تمام امت کا مرکز قرار دے دیا گیا کہ انہی سات آدمیوں میں سے ایک شخص کی قرات کے مطابق پڑھنا جائز ہے۔

ان ساتوں قراتوں پر اتفاق کرلینے کے بعد دینی ماخذوں میں ان کے لیے سند تلاش کی گئی تو ایک حدیث دستیاب ہوگئی کہ "نزل القرآن" علیٰ سبعة احرف" قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔" جس کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ ساتوں قراتیں وہ ہیں جو منشائے الٰہی کے مطابق ہیں۔

حالانکہ خود یہ حدیث اپنے الفاظ و معنی کے اعتبار سے اس درجہ مضطرب و مبہم ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں لکھا ہے کہ اس میں چالیس قول ہیں۔

اس سب کے بر خلاف ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی یہ حدیث قرآنی عظمت کے بالکل مطابق ہے کہ:

ان القرآن واحد نزل من عند واحد۔

قرآن کی بس ایک شکل ہے اور وہ ایک ذات بے ہمتا کے پاس سے اترا ہے۔

اور ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سات حرف جو ہیں وہ تفسیری پہلوؤں سے متعلق ہیں۔

عن زرارہ عن ابی جعفرؑ قال تفسیر القرآن علیٰ سبعة احرف منه ماکان ومنه مالم یکن بعد ذالک تعرفه الائمة۔

زرارہ کی روایت ہے 'امام محمد باقرؑ سے' آپؑ نے فرمایا کہ قرآن کی تفسیر کی سات نوعیتیں ہیں ان میں کچھ ماضی سے متعلق ہیں جس کا وقوع ہوچکا اور کچھ مستقبل سے متعلق ہیں جس کا وقوع ابھی نہیں ہوا اس سب کو آئمہ معصومین جانتے ہیں۔

سبعة احرف کی یہی تشریح قرآنی عظمت وجلالت سے تناسب رکھتی ہے۔